رنگِ خیال

فرقہ واریت کے بنیادی اسباب

فرقہ وارانہ اور متعصبانہ ذہنیت کے اسباب متعدد ہو سکتے ہیں، لیکن ہمارے خیال میں دو اسباب بنیادی نوعیت کے ہیں:

سبب اول: اپنی کم علمی اور جہالت کو چھپانے کے لیے مسلک اور نظریے کی آڑ لے لی جاتی ہے اور اس طرح اپنی علمی بے مائیگی اور مطالعہ و تحقیق کی کمی کو مسلک و نظریہ کے پردے میں چھپا لیا جاتا ہے۔

سبب دوم: اپنی بے عملی یا بدعملی کو چھپانے کے لیے مسلک کا نام استعمال کیا جاتا ہے۔ یوں بے عملوں اور بدکرداروں کو مسلک و عقیدہ کی آڑ میں تمام زندگی کھل کھیلنے کا موقع ملتا رہتا ہے۔

ہمارے خیال میں یہی دو بنیادی عوامل ہیں، جن کی بناء پر مسلک و عقیدہ اور مذہب و نظریے کا نام استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس ایک علمی، فکری اور تحقیقی رویہ بھی ہے۔ جو کسی بھی مسلک و مذہب، اور عقیدہ و نظریے کے ماننے والوں کا ہوتا ہے۔ یہ لوگ خواہ کسی مسلک و مذہب کے ہوں، علم و فکر اور تحقیق کو اپنا شعار بناتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ رویہ اپنانے والے لوگ، عالم و فاضل ہوتے ہیں اور اپنے علم و فضل سے مخلص بھی۔ اس لیے تمام زندگی جادۂ تحقیق پر گامزن رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی باتیں چونکہ عمومی سطح سے قدرے یا زیادہ بلند ہوتی ہیں یا روایت و تقلید سے ہٹ کر ہوتی ہیں، اس لیے اجنبی اور نامانوس ہونے کی وجہ سے قبولیت عامہ کے شرف سے محروم ہوتی ہیں۔ ایسے میں مسلکی پرچارک اپنی دکانداری چمکانے کے لیے میدان میں آجاتے ہیں۔ اور ناخواندہ عوام کو ایسے محققین سے بدظن کرنے کی مکروہ اور مذموم سازش و کاوش میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ اور اس طرح تقلید بمقابلہ تحقیق ایک ناقابل اختتام جنگ شروع ہو جاتی ہے۔

عام خیال ہے کہ اس طرح کی جنگ میں کوئی جیتتا ہے نہ کوئی ہارتا ہے کیونکہ ہر دو فریق اپنی اپنی راہوں پر مستقل چلتے رہتے ہیں۔ مگر ہمارے خیال میں جیت ہمیشہ تحقیق کی ہوتی ہے۔ کیونکہ تحقیق، ایک علمی و فکری ارتقائی کیفیت کا نام ہے۔ جس سے روایت پرست محروم ہوتے ہیں۔ تحقیقی رویے میں اصل اہمیت دلیل و برہان کی ہوتی ہے اور غیر تحقیقی رویے میں روایت و تقلید کی۔ روایت پرستوں کو نہ کسی مطالعہ کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ "وحی" سے استفادہ کرنے کی۔ اس لیے روایت پسندی سب سے زیادہ سہل اور آسان کام ہے۔ اور تحقیق کی راہوں پر چلنا، سب سے زیادہ مشکل۔

آپ اپنے گرد و پیش میں نظر دوڑایئے اور دیکھیے کتنے لوگ معاشرہ کا ارتقاء چاہتے ہیں۔ بس یہی وہ لوگ ہیں، جنہیں آپ کی توجہ، حمایت اور سپورٹ کی ضرورت ہے۔ (مدیر اعلیٰ)

مقالۂ خصوصی

ایڈز ـــــ قرآن کریم کی روشنی میں

ڈاکٹر محمد شکیل اوج
استاذ الفقہ والتفسیر، شعبۂ علوم اسلامی، جامعہ کراچی

"اثم" کے بنیادی معنوں میں اضمحلال، افسردگی اور توانائی کا کم ہو جانا شامل ہے۔ بایں معنی اعمال صالحہ کی انجام دہی میں بندۂ آثم سست روی کا شکار نظر آتا ہے۔ اسی لیے ابن فارس نے اثم کے بنیادی معنی دیر ہونے اور پیچھے رہ جانے سے کیے ہیں اور امام راغب کے بقول اثم اور آثام ان افعال کو کہتے ہیں جو ثواب (یعنی اچھے انجام اور نتیجہ) سے پیچھے رکھیں۔ اسکی جمع آثام آتی ہے۔ اس کے اصل معنی میں تاخیر کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ کیونکہ آثم، بوجہ ضعف و اضمحلال کارگاہِ حیات میں لوگوں سے پیچھے رہ جاتا ہے۔ یا اسے کسی نفع بخش کام کی تکمیل میں تاخیر ہو جاتی ہے۔ اسی لیے عربی میں آلاثمہ اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو تھکاوٹ کی وجہ سے مضمحل ہو چکی ہو اور اضمحلال کی وجہ سے دوسری اونٹنیوں سے پیچھے رہ جائے یا منزل مراد تک پہنچنے میں اسے دیر ہو جائے۔

اثم کے مفہوم کی وضاحت کا مقصد یہ بتانا ہے کہ انسانی ذات میں جن اعمال کے سبب یہ اضمحلال اور ضعف پیدا ہوتا ہے۔ وہی ضعف آگے چل کر انسان کو سفرِ حیات میں سست گام یا ناکام کر دیتا ہے۔ اسی لیے تو قرآن نے خمر اور میسر کے تعلق سے فرمایا ہے:

قل فیہما اثم کبیر ومنافع للناس واثمہما اکبر من نفعہما ۔ (البقرہ، ۲۱۹)

آپ بتا دیجیے۔ نشہ آور اشیاء اور بغیر محنت کے حاصل کی ہوئی رقم (جوا) تمہارے اندر بہت زیادہ اضمحلال اور شکستگی پیدا کر دیتے ہیں اور تمہارے قوائے عمل کو مفلوج بنا دیتے ہیں۔ گو اسمیں ظاہری